© rasailojaraid.com

حضرت سالم بن عبداللہؓ اپنے باپ عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ نے کہا کہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ (جہاد) میں شریک کار تھا اس میں دشمنوں کی ہم سے مڈبھیڑ ہو گئی، چنانچہ ہم میدان میں نکل پڑے، نماز کا وقت آیا تو ہم دو حصوں میں بٹ گئے، ایک گروہ آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا اور دوسرا دشمنوں کے مقابل ڈٹا رہا، پہلا گروہ جب آپ کے ساتھ ایک رکعت نماز پوری کر چکا تو یہ دشمنوں کے مقابلہ میں آ گیا اور دوسرے گروہ نے آپ کے ساتھ آ کر ایک رکعت نماز پڑھی، آپ نے اپنی نماز پوری کر کے سلام پھیر لیا اور اس کے بعد ہر ایک نے اپنی اپنی بقیہ ایک رکعت پوری کی

مشرکین عرب کو یقین تھا کہ ان جاں نثاران اسلام کو نماز اپنی اور اپنے بال بچوں کی جان سے زیادہ پیاری ہے اس لئے وہ قصداً اوقات نماز میں سخت سے سخت حملہ کرنے کی کوشش کرتے تھے، حضرت ابو ہریرہؓ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضجنان وعسفان کے درمیان نزول اجلال فرمایا یہ دیکھ کر مشرکین کہنے لگے ان لوگوں کو ایک ایسی نماز درپیش ہے جو ان کو ساری دنیا اور بال بچوں سے بھی زیادہ محبوب ہے جس کا نام عصر ہے لہذا تم متفق ہو کر یکبارگی پوری قوت سے ان پر ٹوٹ پڑو ادھر مشرکین میں یہ مشورہ ہو رہا تھا ادھر جبریل امین نے آ کر آں حضرت صلعم کو بتایا کہ اپنے ساتھیوں کو دو حصوں میں بانٹ دیجئے اور ہر ایک کو ایک ایک نماز اس طرح پڑھا دیجئے کہ دوسرا حصہ مسلح ہو کر دشمنوں کے مقابلہ میں ڈٹا رہے، اس طرح ان کی ایک ایک رکعت ہو گی اور آپ کی دو رکعتیں۔ (مشکوٰۃ باب صلوٰۃ الخوف)

میدان جہاد و قتال میں بھی شریعت نے جماعت ٹوٹنے نہیں دی اور اس نازک موقع پر خود اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کے ذریعہ آپ کی رہنمائی فرمائی اور حکمت عملی بتا کر شکست

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ب ــ پالیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ پروردگار عالم کو جماعت کی نماز محبوب ہے۔

نظم جماعت پر اجماع صحابہ | جماعت کی نماز کی اسی عظمتِ شان کے پیشِ نظر حضرت ابوہریرہؓ فرماتے تھے کہ آدم کے بیٹوں کے کان کا پگھلاتے ہوئے سیسہ سے بھر جانا بہتر ہے کہ وہ اذان سُنیں اور اور جماعت کی نماز کے لئے مسجد میں نہ آئیں اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ جو لوگ مؤذن کی آواز سُنتے ہیں اور عذر شرعی نہ ہوتے ہوئے بھی جماعت کے لئے نہیں نکلتے، ان کی نماز، نماز ہی نہیں ہے، حضرت علیؓ کا بھی یہی کہنا ہے۔

حضرت مجاہد کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے ایک شخص نے پوچھا، اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو دن کو روزے رکھتا ہے اور رات کو تہجد و نوافل پڑھتا ہے مگر جمعہ اور جماعت میں حاضر نہیں ہوتا، آپ نے جواب دیا "هو فی النار" وہ دوزخی ہے پھر دوسرے دن اس نے آکر یہی سوال کیا، راوی کا بیان ہے تقریباً ایک مہینہ برابر اُس نے ایسا ہی کیا مگر حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہمیشہ یہی فرماتے رہے کہ وہ دوزخی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں جس نے اذان سُنی اور پھر بھی اس کو قبول نہیں کیا حالانکہ اس کو کوئی عذرِ شرعی بھی نہ تھا تو ایسے شخص کو خیر نصیب نہیں اور نہ اس کا اس میں کوئی جذبہ معلوم ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک قول پہلے گذر چکا ہے کہ جماعت کی نماز میں وہی شخص نہیں آتا جو کھلا ہوا منافق ہے۔ یہ اور اس طرح کے دوسرے اقوال جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے آئے ہیں وہ درجہ صحت و شہرت کی حد تک پہنچے ہوتے ہیں اور ان کی مخالفت میں کسی صحابی سے کوئی بات بھی نہیں آتی ہے کہ تذبذب کی گنجائش نکل سکے پس ان تمام امور کے مدنظر ماننا پڑتا ہے کہ جماعت کی نماز پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے (کتاب الصلوۃ لابن القیم فصل سادس ص ۹۹)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نظم جماعت فقہاء امت کی نظر میں

اصولیین فقہا اپنی کتابوں میں جماعت کی نماز کو "ادائے کامل" اور منفرد کی نماز کو "ادائے قاصر" سے تعبیر فرماتے ہیں "کامل" سے ان کی مراد یہ ہے کہ جس طریقہ پر نماز مشروع ہوئی ہو اسی طریقہ سے ادا کی جائے اور "قاصر" وہ ہے جو طریقہ مشروعہ کے خلاف طریقہ پر ادا کی جائے ان کا کہنا یہ ہے کہ حضرت جبریل امین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے پہل عملی تعلیم با جماعت دی تھی جیسا کہ ترمذی اور حدیث کی دوسری کتابوں میں یہ واقعہ مصرح ہے۔

(نور الانوار مع قمر الاقمار بحث کامل و قاصر ص۳۴)

فقہاء امت میں محققین جماعت کی نماز کو واجب کہتے ہیں چنانچہ ابن الہمام نے بدائع سے وجوب کا قول اپنی تائید کے ساتھ نقل کیا ہے اور جن لوگوں نے اس کو لفظ "سنت" سے تعبیر کیا ہے اس کی وجہ بیان کی ہے، تحریر فرماتے ہیں۔

يجب على العقلاء البالغين الاحرار	جو عاقل، بالغ، آزاد اور بغیر عذر شرعی جماعت
القادرين على الجماعة من غير	کی نماز پر قادر ہو اس پر جماعت واجب ہے اور
حرج واذا فاتته لا يجب عليه الطلب	اگر سعی کے باوجود کسی کی جماعت چھوٹ جائے
في المساجد بلا خلاف بين اصحابنا	تو باتفاق ہمارے یہاں ایسے شخص پر واجب
بل ان اتى مسجدا آخر للجماعة فحسن	نہیں ہے کہ وہ مسجدوں میں جماعت تلاش کرتا
وان صلى في مسجد حيه منفردا	پھرے، ہاں اگر ایسا کرے تو مستحسن ضرور ہے
فحسن (فتح القدير ص۱۲۹ ج۱)	اور اگر اپنے محلہ کی مسجد ہی میں اکیلا نماز ادا کرے
	تو ایسی حالت میں یہ بھی درست ہے۔

اس سے بھی جماعت کی حیثیت کا پتہ چلتا ہے بلاشبہ اگر اپنی مسجد میں غیر ارادی طور پر جماعت نہ مل سکے تو دوسری مسجدوں میں جماعت کی تلاش واجب نہیں ہے، مگر مستحسن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضرور ہے، یوں تو اس کو اختیار ہے کہ اپنی ہی مسجد میں تنہا نماز پڑھ لے یا گھر میں یا مسجد سے باہر کسی اور جگہ میں اپنے گھر والوں کو جمع کر کے جماعت کے ثواب کے حصول کی کوشش کرے چنانچہ ابن الہمام لکھتے ہیں۔

وکذا لک فی القدوری یجمع باھلہ ویصلی بھم یعنی ینال ثواب الجماعۃ وقال شمس الائمۃ الاولی فی زماننا تتبعھا۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۱۳۹)	اسی طرح قدوری میں ہے کہ اپنے گھر والوں کو جمع کر کے جماعت سے پڑھ لیا تو بھی جماعت کا ثواب مل جائے گا۔ شمس الائمہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں جماعت تلاش کرنا اولیٰ ہے۔

جماعت جب واجب ہے تو پھر فقہا اور محدثین نے اسے "سنت" کے لفظ سے کیوں تعبیر کیا؟ اس کے متعلق ابن الہمام لکھتے ہیں

انھا واجبۃ وتسمیتھا سنۃ لوجوبھا بالسنۃ (فتح القدیر ج ۱ ص ۱۳۹)	بلاشبہ ہے تو جماعت واجب مگر "سنت" اس لئے کہا گیا ہے کہ جماعت کا وجوب سنت (حدیث) سے ہے۔

حدیث میں جماعت کے متعلق جہاں سنت کا لفظ آیا ہے اس کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں

مگر اینجا طریقہ مسلوک کہ در دین مراد دارند یا آنکہ ثبوت وجوب از سنت است (اشعۃ اللمعات قلمی ج ۱ ص ۲۴۹)	"سنن ھدی" کی مراد یہاں دین کا چلا ہوا راستہ ہے یا یہ مراد ہے کہ جماعت کا وجوب سنت سے ثابت ہے۔

ابن الہمام نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی بغیر عذر شرعی بجائے مسجد گھر میں با جماعت نماز ادا کرے تو اس شخص کا ایسا کرنا بدعت ہے خواہ یہ فعل اس کا گاہے گاہے ہی کیوں نہ ہو۔[1]

[1] فتح القدیر ج ۱ ص ۱۳۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بشرطیکہ اس کے قصد و ارادہ کو دخل ہو

شکست جماعت کی سزا | اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جماعت کی نماز محققین کے یہاں کم از کم وجوب کا درجہ رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ جو شخص بغیر عذر شرعی جماعت کی نماز کا تارک ہو اور وہ اس کا تقریباً عادی ہو چکا ہو تو شرعاً اس کی گواہی مردود قرار دیدی جائے گی اور اس کو پیٹا جائے گا پھر قید میں ڈال دیا جائے گا اور اس کے پڑوسیوں پر حق ہے کہ ایسے شخص کو سمجھائیں بجھائیں اور جماعت سے غیر حاضر ہونے پر سکوت نہ کریں ورنہ وہ شریعت کی نظر میں گنہگار ہونگے

یہ سزا تو اس وقت ہے جب کوئی ایک دو شخص کریں اور اگر خدانخواستہ پوری آبادی جماعت کی نماز چھوڑ دے تو ان سے قتال کیا جائیگا کیونکہ یہ ایک بڑے شعار دین کو ترک کر رہے ہیں، صاحب "التحریر المختار" کے الفاظ یہ ہیں۔

فلوان اهل مصر ترکوها قوتلوا واذا ترك واحد ضرب وحبس كما في الخلاصة (ص ۶۹ ج ۱)	اگر تمام اہل شہر جماعت کی نماز ترک کر دیں تو ان سے قتال کیا جائے اور جب کوئی ایک فرد تارک جماعت ہو تو اس کو پیٹا جائے اور قید کر دیا جائے

ایسے ہی خلاصہ میں ہے

نظم جماعت کا اہتمام عہد نبوی میں | فقہاء امت کا تارکین جماعت کے متعلق یہ حکم بے وجہ نہیں، عرض کیا جا چکا ہے کہ ترکِ جماعت نفاق کی علامت سمجھی گئی ہے اذان سن کر بھی جو مسجد میں نہ آئے اس کی نماز، نماز نہیں کہی جاتی تھی، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ بڑی سے بڑی مجبوری ہے پھر بھی ترکِ جماعت کی ہمت نہ فرماتے تھے کسی نے اپنے معقول عذر سے مجبور ہو کر پوچھا بھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفی میں جواب دیا، حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے۔

ف فتح القدیر ج ۱ ص ۲۴۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل اعمی فقال یا رسول اللہ انہ لیس لی قائد یقودنی الی المسجد فسأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یرخص لہ فیصلی فی بیتہ فرخص لہ فلما ولی دعاہ فقال ھل تسمع النداء بالصلوۃ قال نعم قال فاجب

(مسلم باب صلوۃ الجماعۃ ج ۱ ص ۲۳۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نابینا شخص حاضر ہوا اور اس نے آپ سے درخواست کی کہ مجھے کوئی راہ بر نہیں ملتا جو لیجایا کرے، لہذا مجھے گھر میں نماز پڑھ لینے کی اجازت فرمادیں، آپ نے اس کو رخصت (اجازت) دیدی جب واپس ہوا تو پھر بلایا اور پوچھا تم اذان سنتے ہو یا نہیں؟ اس نے کہا جی ہاں سنتا تو ہوں آپ نے فرمایا تو پھر قبول کرو اور مسجد آؤ۔

اسی طرح کا واقعہ حضرت ابن ام کلثوم رضی اللہ عنہ کا ہے کہ انھوں نے دربار رسالت میں درخواست کی کہ میں ایک نابینا آدمی ہوں میرا گھر مسجد سے دور ہے، اور مجھے مسجد تک لے جانے والا کوئی نہیں ہے مزید برآں یہ کہ شہر میں موذی جانور اور درندے عموماً پھرا کرتے ہیں کیا ان عذروں کے ہوتے ہوئے جماعت سے غیر حاضری کی میرے لیے کوئی گنجائش نکل سکتی ہے کہ حضرت کے حکم سے میں گھر میں نماز پڑھ لیا کروں یہ سن کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم اذان سنتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا، ہاں حضرت سنتا ہوں، آپ نے فرمایا تو پھر رخصت کیسے مل سکتی ہے جماعت کے لئے مسجد ہی آیا کرو[لہ]۔

اس قدر مجبوریوں کا سامنا ہے، پھر بھی خود سے ان کو اپنے لئے حیلہ بہانہ نہ بنایا، بلکہ خدمت رسالت میں عذر پیش کرکے اجازت چاہی اور پھر بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عذروں کے رہتے ہوئے جو جواب دیا وہ جماعت کی اہمیت کے اندازہ کے لئے کافی ہے

لہ ابوداؤد باب التشدید فی ترک الجماعۃ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلاشبہ یہ صحیح ہے کہ عتبان بن مالک رض کا واقعہ حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے جس میں اس کی صراحت ہے کہ بظاہر اسی طرح کے عذر کی وجہ سے آپ نے ان کو رخصت دے دی تھی اور اب بھی فقہاء اس واقعہ کے پیش نظر رخصت کے حق میں ہیں اور جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت مذکور نہیں ہے اس کی توجیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کا مقصد وہاں یہ تھا کہ رخصت کے بجائے عزیمت پر عمل افضل اور محبوب تر ہے اور دوسرے یہ کہ جماعت کی مخصوص فضیلت مسجد ہی سے وابستہ ہے اور ان فیوض و برکات سے پورے طور پر وہی متمتع ہو سکتا ہے جو عزیمت پر عمل پیرا ہو۔[۱]

مگر صاحب "التحریر المختار" نے سندی کے حوالہ سے جو جواب نقل کیا ہے وہ نظم جماعت کے زیادہ مطابق ہے فرماتے ہیں "عتبان بن مالک رض نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ ان کے گھر کی ایک جگہ میں نماز پڑھیں جس کو انھوں نے مسجد بنایا تھا تو ہو سکتا ہے کہ مسجد بنانے کے بعد وہ اپنے قبیلے کی اس میں امامت کرتے ہوں، پس ان کو تارک جماعت نہیں کہا جائیگا اور نہ یہ کہا جائیگا کہ انھوں نے مسجد کی حاضری ترک کر دی بلکہ بات یہ ہوئی کہ انھوں نے اپنی معذوری کی وجہ سے ابعد مسجد (دور والی مسجد) کو چھوڑ دیا اور قریب کی مسجد کو اختیار کیا، اور اس میں کوئی کراہیت نہیں ہے جس طرح محلّوں میں مسجد بنالی جاتی ہے اور جامع مسجد چھوڑ دی جاتی ہے اور یہ معلوم ہے کہ انصار کے ہر قبیلہ کے لئے مسجدیں تھیں، چنانچہ جب وہ لوگ کسی وجہ سے آپ کے ساتھ نماز میں نہ حاضر ہو پاتے تو اسی میں نماز پڑھتے تھے[۲]

خود رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت کا واقعہ بصیرت کا مرقع ہے، آپ بیماری کی شدت سے بالکل نڈھال ہو گئے ہیں، لاغری اور ضعف کا پورا اثر ہے اور غشی پہ غشی

---

۱ بخاری   ۲ مشکوٰۃ باب الجماعۃ عن البخاری۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طاری ہو رہی ہے مگر جب بھی معمولی افاقہ محسوس فرماتے ہیں تو رہ رہ کر یہی سوال کرتے ہیں کہ "جماعت ہو گئی؟ کہا جاتا ہے نہیں یا رسول اللہ۔ یہ سُن کر جماعت کی نماز کے لئے اٹھنا چاہتے ہیں کہ پھر غشی کا دورہ پڑ جاتا ہے یوں ہی چار مرتبہ آپ نے دریافت فرمایا" اصلی الناس" (کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟) اور ہر مرتبہ غشی کا حملہ ہوتا رہا اب جاکر آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اطلاع کرائی کہ آپ امامت کریں[1]

اسی مرض الموت میں ایسا بھی ہوا کہ صدیق اکبرؓ نماز پڑھا رہے ہیں، آپ نے کچھ افاقہ محسوس فرمایا اور دو شخصوں کے سہارے اس طرح مسجد جماعت کے لئے تشریف لاتے کہ دونوں بازوئے مبارک دو شخصوں کے کندھوں پر ہیں اور پائے مبارک اپنی ناطاقتی کی وجہ سے زمین پر گھسٹتے ہوئے آرہے ہیں[2]

یہ تھی اہمیت مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کی، اس ذاتِ مقدس کی نگاہ میں جو معصوم تھی اور اللہ تعالیٰ کے بعد اسی کا درجہ ہے صرف قول ہی سے نہیں، بلکہ عمل سے اپنی اُمت کو تعلیم فرما گئے اور بتا گئے کہ ایک گھر میں ایک مقصد کے لئے سب کا مجتمع ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے پیشانی رگڑنا کس قدر ضروری ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

عہد صحابہ میں اہتمام جماعت | سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قول و فعل دونوں سے دینی شیرازہ بندی اور اجتماعی نظام کی تاکید فرما دی تو پھر آپ کے وہ جاکر جنہوں نے آپ پر اپنی جانیں نثار کیں اور اسی کو اپنی زندگی کا ماحصل اور سرمایہ جانا اور جن پر آپ کی نگاہ لطف و کرم بھی پڑ چکی تھی کیوں کر آپ کی ایک ایک ادا پر جان نہ دیتے، حق یہ ہے کہ ان شیفتگانِ رسولؐ نے حق ادا کر دیا، آپ جو راہ حق بتا گئے زندگی کی اخیر سانس تک اس پر عمل پیرا رہنے کی سعی پیہم جاری رکھی اور دین کے

---

[1] مشکوٰۃ باب ما علی الامام عن البخاری والمسلم [2] بخاری باب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک ایک مسئلہ پر عمل کر کے ثبت دوام حاصل کر گئے۔

مسجدوں میں جماعت کی نماز، اسی اہمیت اور حیثیت کے ساتھ قائم کرنے کی کوشش کی، جو دین کا مطالبہ اور عاشقانِ رسول کا شیوہ تھا، اس وقت استقصا مقصود نہیں ہے بلکہ چند صحیح واقعات ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔

حضرت ام درداءؓ کہتی ہیں ایک دن حضرت ابو الدرداءؓ غصہ کی حالت میں تشریف لائے میں نے پوچھا کیا بات پیش آئی کہ اس قدر رنجیدہ اور غضبناک ہیں فرمانے لگے، خدا کی قسم میں امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بجز اس کے کچھ نہیں پاتا ہوں کہ باجماعت نمازیں پڑھی جائیں اور اب دیکھتا ہوں کہ لوگ اسے بھی ترک کرنے پر اتر آئے ہیں[1]۔

فاروق اعظمؓ جماعت کی نماز کے عاشق تھے اور آخرکار اسی عشق میں جان دی، آپ کا حال یہ تھا کہ اگر کسی کو مسجد میں جماعت کے ساتھ نہیں پاتے تو اس کے یہاں خود پہنچکر وجہ دریافت فرماتے، اور عذر معقول نہ پاتے تو اپنی خفگی کا اظہار فرماتے، ایک دن آپ نے کچھ لوگوں کو غیر حاضر پاکر فرمایا کیا بات ہے کہ وہ لوگ جماعت کے لئے مسجد نہیں آتے ان کی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی ایسا کرنے لگیں گے، ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ یا تو وہ پابندی مسجد آیا کریں یا ورنہ میں ان کی طرف ایسے اشخاص کو بھیجونگا جو ان کی گردنیں ماردیں گے، پھر آپ نے فرمایا جماعت کی نماز کیلئے مسجد آیا کرو۔ یہ اخیر جملہ آپ نے تین بار فرمایا (کتاب الصلوٰۃ وما یلزمہا للامام احمدؒ ص۱۲)

انہی حضرت عمرؓ کا واقعہ ہے کہ آپ نے ایک دن صبح کی نماز میں سلیمان بن ابی حثمہ کو نہیں پایا (یہ جماعت میں کسی وجہ سے نہیں پہنچ پاتے تھے) کسی کام سے بازار تشریف لے جارہے تھے حضرت سلیمان کا گھر راستہ ہی میں پڑتا تھا، چنانچہ آپ ان کی ماں حضرت شفاءؓ کے پاس گئے اور

---

[1] مشکوٰۃ باب الجماعۃ بحوالہ البخاری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اُن کی غیر حاضری کی وجہ دریافت کی ان کی ماں نے بتایا، بات یہ ہوئی کہ سلیمان نے قیام لیل (تہجد) میں رات گذار دی اتفاق کی بات اخیر شب میں نیند کا غلبہ ہوگیا اور بلا قصد وارادہ سو گئے، یہ سن کر حضرت فاروق اعظم نے فرمایا میرے نزدیک فجر کی نماز مسجد میں باجماعت پڑھنی، اس ساری رات جاگ کر عبادت کرنے سے بہتر ہے کہ فجر کی جماعت چھوٹ جائے[1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے بازار والوں کی ایک جماعت کو دیکھا کہ جونہی اذان پکاری گئی سب سامان اور کاروبار چھوڑ چھاڑ کر مسجد چل کھڑے ہوئے یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کے باب میں ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو تجارت وغیرہ جیسی پیاری چیز بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے نہیں روکتی)[2]

حضرت عمر بن الخطابؓ کے متعلق روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو جماعت کی نماز میں نہ دیکھا اس کے یہاں تشریف لے گئے اور آواز دی آپ کی آواز سن کر وہ شخص گھر سے نکلے، امیر المومنین نے دریافت کیا، نماز میں غیر حاضر کیوں رہے؟ جواب میں کہا، حضرت! میں بیمار ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی کہا یا امیر المومنین اگر حضرت کی آواز کان میں نہ پڑتی تو گھر سے نہیں نکلتا، یا یہ کہا کہ مسجد تک چلنے کی طاقت نہیں ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا، تم نے اس کی پکار پر لبیک نہیں کہا جو سب سے زیادہ ضروری تھی اور میری آواز پر نکل آئے، اللہ کے بندے! اللہ تعالیٰ کی طرف جو پکارنے والا پکارتا ہے اُس کی پکار پر جس قدر دھیان ضروری ہے مری پکار پر نہیں[3]

الغرض حضرت عمرؓ کا کہنا ہے کہ مسجد میں نماز کے اندر اپنے بھائیوں کی تلاش کرو، کہ وہ

---

[1] مشکوٰۃ باب الجماعۃ ص ۹۶ ج ۱ [2] ابن کثیر ج ۳ ص ۲۹۵ [3] کتاب الصلوٰۃ وما یلزم فیہا للامام احمدؒ ص ۱۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سب جماعت میں شریک ہیں یا نہیں، اگر کسی کو نہ دیکھو، تو دریافت کرو، خدانخواستہ اگر بیماری کی وجہ سے نہ آسکے ہوں . . . . تو ان کی عیادت کو جاؤ، اور اگر وہ اپنی صحت وتندرستی کے باوجود نہیں آتے ہیں تو عتاب کرو۔[1]

امام غزالیؒ اس واقعہ کے نیچے لکھتے ہیں، جماعت کی نماز میں تساہل مناسب نہیں پہلے لوگ اس نماز با جماعت کا بڑا اہتمام فرماتے تھے جن لوگوں کو کوئی عذر شرعی نہ ہوتا پھر بھی وہ شریک جماعت نہ ہوتے تو ان کا جنازہ نکالا جاتا تھا جو اشارہ تھا کہ ایسا شخص مردہ ہے اس میں دینی روح نہیں ہے۔

حضرت سعید بن المسیبؓ فرماتے ہیں دس برس سے موذن نے کوئی اذان نہیں دی مگر مسجد میں موجود رہا ہوں کہنے کا مطلب یہ تھا کہ دس برس سے مری جماعت کی نماز میں کوئی فرق نہ آیا۔[2]

مطرالوراق کہتے ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے شوق جماعت کا یہ حال تھا کہ وہ خرید وفروخت میں مشغول ہوتے، ترازو ہاتھ میں ہوتی مگر جونہی اذان کی آواز کان میں پڑتی، نماز کو دوڑ پڑتے۔[3]

عمرو بن دینار الاعور کہتے ہیں کہ میں سالم بن عبداللہ کے ساتھ مسجد جا رہا تھا، مدینہ منورہ کے بازار میں پہنچا تو دیکھا وہ سب تاجر مسجد جاچکے ہیں، سبھوں کے سامان چھپے ہوئے ہیں، کوئی نگراں کی حیثیت سے بھی باقی نہیں ہے، یہ منظر دیکھ کر حضرت سالمؒ کی زبان پر یہ آیت تھی رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اور فرمارہے تھے یہی لوگ اس آیت کے مصداق ہیں۔[4]

---

[1] احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۳۹، [2] ایضاً ص ۱۰۹ [3] تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۹۵ [4] ایضاً

(باقی آئندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امیر الامراء نواب نجیب الدولہ ثابت جنگ
اور
جنگ پانی پت

(از جناب مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی اکبرآبادی)

تمہید | حضرت اورنگ زیب عالمگیر نے ۱۷۰۷ء میں انتقال کیا اس وقت کوہ ہمالہ سے راس کماری تک اور افغانستان کی ایرانی سرحد سے آسام و خلیج بنگال تک کا تمام بر اعظم مرحوم دودمان تیموریہ کے زیر فرمان و نگیں تھا نہ مرہٹوں کی تلوار چمکنے کے قابل رہی تھی اور نہ راجپوت کار سنبھالنے کے اہل باقی تھے نہ کسی حصہ ملک پر کوئی مسلم و غیر مسلم خود سر رئیس و حکمران تھا نہ ان میں سے کسی فرد میں کبھی بغاوت کرنے کی طاقت و قوت تھی۔

زوال کا آغاز | ہندوستان کی بدقسمتی کا پہلا وہ دن تھا کہ جس دن اس کی طاقت دو حصوں میں منقسم ہو کر آپس میں ٹکرائی۔ شہزادہ معظم بہادر شاہ اور شہزادہ اعظم شاہ کی ستیز و آویز نے صوبہ آگرہ کے جاجو اور جون ۱۷۰۷ء کے موسم گرما میں بہادروں کے خون کا سیلاب بہایا اس میں شہزادہ اعظم شاہ بہہ گئے اسد خاں ان کا وزیر تھا اور ذوالفقار خاں سپہ سالار یہی اس واقعہ کے باعث ہوئے۔ فروری ۱۷۰۹ء میں ناکام شہزادہ کام بخش کو بہادر شاہی سورماؤں نے تلوار کے گھاٹ اتارا۔ اور بہادر شاہ پانچ سال کے قریب اورنگ زیب کے بلند پایہ تخت پر تاج شاہی کے ساتھ جلوہ فرما رہا آخر ش فروری ۱۷۱۲ء میں اپنے سر و د بھائیوں کے پاس ملک جاودانی کو کوچ کر گیا بہادر شاہ شریف دوست۔ بہادر سپہ سالار اور جید عالم تھا لیکن حضرت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عالمگیر کی مرتب و مہیا کی ہوئی شہنشاہی کو قایم و برقرار رکھنے اور اس کے سے دل و دماغ کی قایم مقامی کرنے کے قابل نہ تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت تیموریہ کے لئے مضرت رساں ثابت ہوا۔

قوم مرہٹہ جس کو سیواجی نے نمایاں اور قابل توجہ بنایا تھا گو عالمگیر نے ان کی بڑھتی ہوئی قوت کو اس قابل نہ رکھا تھا کہ تاریخ میں کوئی درجہ مل سکے ۱۶۸۰ء میں سیواجی فوت ہوا شاہانہ و شجاعانہ حملوں کے صدمات سے یہ قوم ریزہ ریزہ ہوکر غبار بن چکی تھی" پر بہادر شاہ کی کوتاہ نظری اور غفلت شعاری نے نئے سرے سے ان میں زندگی کے آثار پیدا کر دئے دوبارہ قوت عود کر آئی سکھ جو درویشوں کے برگہ سے زیادہ نمایاں حیثیت نہ رکھتے تھے ان کو یہاں تک طاقت حاصل کرنے کا موقعہ دیا کہ سکھ جتھے شاہی سرداروں اور مشہور شاہی سپہ سالاروں کی ٹکریں سنبھالنے کے لیئے میدان میں نکل آئے یہ سب باتیں بہادر شاہ کی غفلت شعاری کی بدولت تھے بعد دیگرے ظہور میں آئیں بہادر شاہ کی آنکھ بند ہوتے ہی اس کے چاروں بیٹے باہم دست و گریباں ہو گئے معزالدین ۔ جہان شاہ ۔ رفیع الشان نے مل کر زیر نگرانی ذوالفقار خاں اپنے بھائی عظیم الشان کو لاہور میں دریائے راوی کے ذریعہ سحر فنا کے گھاٹ اتارا اس کا بیٹا محمد کریم جو زندہ بچ رہا تھا گرفتار ہوکر معزالدین کے ہاتھوں قید ہستی سے آزاد ہوا ۔ اس معرکہ میں جو مال ہاتھ آیا تھا تینوں میں تقسیم ہوا جھگڑا کھڑا ہو گیا معزالدین اور جہان شاہ میں بات کی بات میں معرکہ کارزار گرم ہوا رفیع الشان تماشا دیکھ رہا تھا جہان شاہ کام آیا تو رفیع الشان سے دو دو ہاتھ ہوئے معزالدین اس کو ٹھکانے لگا کر جہاندار شاہ کے لقب سے ہندوستان کا تاجدار بنا" ۲۴ رفروری ۱۷۱۳ء کو معزالدین جہاندار شاہ اپنے برادرزادہ فرخ سیر" جو بنگالہ کا صوبہ دار تھا" کے ہاتوں مغلوب ہوکر قتل ہوا الہ آباد کے صوبہ دار سید حسن علی خاں و عبداللہ خاں کی کار فرمائی کو اس میں زیادہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دخل رہا۔

فرخ سیر نے ذوالفقار خاں کو قتل اور اسد خاں کو قید کیا۔ سید عبداللہ خاں کو قطب الملک اور سید حسن علی خاں کو امیر الامراء بنایا۔ فرخ سیر چند سال تک بادشاہ رہے تلون مزاجی۔ بدعہدی اور نامردی کے ہاتھوں دولت مغلیہ اور سلطنت اسلامیہ کے تباہی و بربادی کے باعث ہوئے حسن علی و حسین علی سادات بارہ کے ہاتھوں کھیلتا رہا۔ انھیں نے فروری ۱۷۱۹ء میں قتل کرادیا امراء و اعیان سلطنت کے دلوں سے رعب شاہی رخصت ہو چکا تھا بادشاہ شاہِ شطرنج سے زیادہ وقیع نہ تھے فرخ سیر کے بعد شمس الدین رفیع الدرجات بادشاہ ہوا تین چار ماہ بعد وہ فوت ہوا اس کے بعد رفیع الدولہ تخت نشین ہوئے۔ تین ماہ سلطنت کرکے راہی ملک بقا ہوئے پھر جہان شاہ کا بیٹا روشن اختر ستمبر ۱۷۱۹ء میں محمد شاہ کے لقب سے اورنگ نشین تخت ہوئے یہ سب سے بازی لے گئے ان کی عشرت نوازی نے رہا سہا بھرم کھو دیا ایک طرف مرہٹے اور دوسری طرف سکھ ہنگامہ بپا کر رہے تھے بعض اُمرائے سلطنت کی شہ سے مرہٹوں کی اُمیدیں کچھ سے کچھ ہو گئی تھیں سید حسن علی امیر الامراء اور نظام الملک اُمراء شاہی سے کچھ عرصہ تک نیازمندانہ تعلقات رکھتے رہے[1] حتیٰ کہ محمد شاہ سے ان کو فرمان صوبہ داری بھی عطا کرایا مگر ان کی سرشت بے وفائی موقعہ پاکر مرہٹوں نے دلی پر حملہ کر دیا مگر ان کو عزت سے پسپا ہونا پڑا ایکایک انھیں دنوں میں نادر شاہ نے ہندوستان پر حملہ کی ٹھانی نادر شاہ نے اشرف شاہ کے عہد میں عروج پاکر پہلے خراسان سے ابدالیوں کو نکال دیا اشرف ۱۷۲۹ء میں کرمان اور قندھار کے درمیان مارا گیا ترکوں نے ایرانیوں کے حدود پر قبضہ کر لیا یہ اُن سے لڑنے چلا تھا کہ خراسان میں پھر شورش ہو گئی واپس آکر خراسان فتح کیا پھر ہرات لیا یہاں سے شاہ طہماسپ کی جانب اصفہان پر بڑھا وہاں شاہ طہماسپ

[1] مرہٹوں کے راجہ ساہو اور اس کے ذی ہوش مدار المہام بالاجی بشناتھ سے حسن علی اور نظام الملک سے نیازمندانہ مراسم رکھتے تھے (تاریخ ہندوستان)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو معزول کر کے اس کے نابالغ لڑکے کو برائے نام تخت پر بٹھایا۔ پھر قندھار کو فتح کر لیا تب اس کی نظریں ہندوستان پر اٹھنے لگیں نادر شاہ نے ایک قاصد محمد شاہ کے پاس بھیجا یہاں مے نوشی سے فرصت کہاں تھی کہ قاصد باریاب دربار کیا جاتا آخر ش نادر شاہ ہندوستان پر حملہ آور ہوا اندس عبور کر کے پنجاب کی طرف بڑھا لاہور پہنچتے ہی گورنر صوبہ سے مقابلہ ہوا وہ تاب مقابلہ نہ لا سکا۔ نادر شاہ دہلی سے سو میل قریب پہنچ گیا سامنے محمد شاہی فوج بھی آ جمی خان دوران خاں کمانڈر انچیف سخت مقابلہ کے بعد زخمی ہو گیا جانبری کی امید نہ رہی میدان سے پڑا اوپر لائے گئے آصف جاہ عیادت کو پہنچے تھوڑی دیر میں خان دوراں نے آنکھ کھولی اور آہستہ سے اتنا کہا کہ خیر ہم تو اپنا کام کر چکے اب تم لوگ جانو اور تمہارا کام جانے مگر اتنا کہے دیتے ہیں کہ بادشاہ کو نادر کے پاس اور نادر کو شہر میں نہ لے جانا جس طرح ہو سکے اس بلا کو یہیں سے ٹال دینا محمد امین خاں برہان الملک اودھ سے آ گئے تھے اور میدان جنگ میں داد شجاعت دے رہے تھے ہاتھی پر بیٹھ کر قزلباشوں کی فوج پر تیر برسا رہے تھے کہ قزلباش چاروں طرف سے گھر آئے ایک جوان نیشاپوری ان کا ہم وطن اور یار تھا گھوڑا اڑا کر ان کے قریب پہنچا اور آواز دی کہ

"محمد امین دیوانہ شدہ کہ جنگ می کنی ربیچہ اعتماد جنگ می کنی"

برہان الملک نے بادشاہ کی نمک خواری کا بھی خیال نہ کیا قزلباشوں کے ساتھ نادر شاہ کے پاس حاضر ہوئے نادر شاہ نے جرم بخشی کر کے عنایت فرمائی برہان الملک کو اپنے ساتھ دستر خوان پر بٹھایا چنانچہ اس نے مصلحت آمیز باتیں کر کے نادر شاہ کو اس بات پر راضی کر لیا کہ حضور ایک معقول نذرانہ لیں اور یہیں سے وطن واپس تشریف لے جائیں نادر شاہ اس بات پر راضی ہو گیا۔ برہان الملک نے ایک عریضہ میں یہ سب حال بادشاہ کو لکھ بھیجا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محمد شاہ نے آصف جاہ بہادر کو روانہ کیا اس نے برہان الملک کے ذریعہ شاہ نادر سے ملاقات کی بعد گفتگو کے ٹھیرایا کہ دو کروڑ روپیہ لعل بے بہا لیجیے اور یہاں سے اپنے وطن بخیر و خوبی مراجعت کر جائیے شاہ نادر نے آصف جاہ اور برہان الملک کی بات منظور کر لی آصف جاہ عہد و پیمان کر کے وہاں سے رخصت ہو کر محمد شاہ کے حضور میں آیا اس کارگذاری کو اس عنوان سے بیان کیا کہ محمد شاہ آصف جاہ کی دولت خواہی سمجھے برہان الملک کی حسن خدمت کا کوئی ذکر ہی درمیان میں نہ آیا محمد شاہ نے خان دوران اور امیر الامرائی کا خطاب اور خلعت بیش بہا آصف جاہ کو عنایت کیا۔ برہان الملک وہاں امیر الامرائی کے منصب کو اپنا حق سمجھے بیٹھا تھا اس نے جب آصف جاہ کے خطاب و خلعت کا حال سنا تو بہت بگڑا اور پیچ و تاب کھایا اور نادر شاہ سے کہا حضور نے کیا غضب کیا جو ہندوستان کے قارونی خزانے کو چھوڑ کر دو کروڑ روپیہ پر رضامند ہو گئے یہ رقم تو فقط غلام ادا کر سکتا ہے۔ بادشاہی خزانے اور امراء و مہاجنوں کے گھرانوں کے کیا ٹھکانے ہیں۔ شہر یہاں سے صرف چالیس کوس ہے حضور وہاں تکلیف فرمائیں" نادر شاہ نے اپنے ارادے کو بدل دیا اور دلی چل کھڑا ہوا۔ آخرش ہر دو بادشاہ نے ملاقات کی مارچ ۱۷۳۹ء کو دونوں بادشاہ لال قلعہ کی طرف بڑھے۔

میل ملاپ کی باتیں ہو رہی تھیں۔ دہلویوں اور مغلوں سے چل گئی نادر نے قتل عام کا حکم دیا کوئی تیس ہزار مقتول کہتا ہے کوئی چالیس ہزار آصف جاہ کے عرض معروض پر نادر نے تلوار میان میں کی۔ تخت طاؤس لیا بقول "مسٹر اسکاٹ" نوے لاکھ پونڈ نادر نے وصول کئے نادر نامہ میں لکھا ہے کہ پندرہ کروڑ روپیہ دہلی سے نادر کے ہاتھ لگا ساٹھ لاکھ پونڈ کی لاگت کا تخت طاؤس تھا مگر چہل نصائح شاہجہانی نے سات کروڑ قیمت تخت کی لکھی ہے اور نادر جو جواہر شاہجہانی خزانہ سے لے گیا بیس پچیس کروڑ سے کم نہ تھا۔ غرضکہ نادر شاہ صدہا ہاتھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور شاہی سواری کے گھوڑے بیسیوں ہر قسم کے کاریگر اور علوی خاں طبیب کو لے کر اپنے ملک واپس پھرا حکومت مغلیہ کی اس واقعہ سے رہی سہی آبرو جاتی رہی لشکر تباہ ہوا خزانہ خالی ہو گیا نادر شاہ کا آنا اور مغلیہ سلطنت کے ڈھانچے کو توڑ مروڑ کر چلے جانا سرداران کے حق میں مفید ثابت ہوا اور اس کو اپنی حوصلہ آزمائی کا پورا موقع ہاتھ لگا۔

نادر کی تباہ کاری کے بعد ایرانی تورانی امرائے سلطنت کی غداری مرہٹوں کی ہمت کو دوبالا کرنے کا اور سبب ہی پھر تو وہ دلی کے تخت پر بیٹھنے کے خواب دیکھنے لگے مگر نو آمدہ پٹھان پھر رو ہیلے افغان حکومت مغلیہ پر جان فدا کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اس جماعت کا سرگروہ نجیب خاں تھا۔ جو نواب دوندے خاں کی رسالداری سے ترقی کرتے ہوئے وزیر اعظم شاہ دہلی کے عہدہ پر فائز ہوا اور مرہٹوں کے اقتدار اور ان کی بڑھتی ہوئی قوت کا خاتمہ اپنے حسن تدبیر سے احمد شاہ درانی کے ہاتھوں ایسا کرایا کہ خواب کی تعبیر کا پورا ہونا تو کجا قوم کے بقا کے لالے پڑ گئے۔

ہندوستان کے مشہور مورخین کی کوتاہ نظری قابل داد ہے غداروں کے احوال میں صفحے کے صفحے سیاہ کئے ملک و ملت کے جانباز اور فداکاروں کو گمنامی میں رکھنے کی سعی کی جس سے ان کے کارناموں پر عرصہ تک پردہ پڑا رہا اس سے زیادہ ظلم یہ کیا گیا کہ صحیح واقعات کو پنہاں رکھا اور من گھڑت قصے لکھ مارے طبا طبائی سے مورخ تو اپنے بھائی روہیلوں کو مرہٹوں کے پہلو بہ پہلو کردار کے اعتبار سے لا کھڑا کرتے ہیں دوسروں سے کیا شکوہ۔ روہیلہ سردار حافظ الملک حافظ رحمت خاں نواب دوندے خاں نواب نجیب الدولہ وغیرہ کے حالات بھی مجبوری درجہ لکھے مگر ٹھپّے ضرور لگا دیے گئے مولوی سید الطاف علی صاحب بریلوی نے حافظ رحمت خاں صاحب اور نواب دوندے خاں کی سوانح عمریاں محققانہ لکھ دیں مگر ضرورت تھی کہ سب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے بڑے کارگذار روہیلہ سردار نجیب الدولہ کی سوانح عمری بھی مرتب ہو جاتے ۔ چنانچہ "نواب نجیب الدولہ بہادر" راقم سطور نے اپنی بساط بھر کاوش اور تحقیق سے ترتیب دے دی ہے کوشش یہ کی ہے کہ اس مجاہد اعظم کی سیاسی سرگرمی اور ملکی کارنامہ اور اس نے مغلیہ حکومت کے بقاء کے لئے جو جانبازی اور سرفروشی دکھائی ان واقعات کو اس کی سوانح زندگی میں اصلی صورت میں پیش کر دئیے جائیں کہا جاتا ہے "تاریخ اپنا ورق الٹتی ہے" چنانچہ آج کی سیاسی کشمکش میں نواب نجیب الدولہ کی زندگی ہمارے لئے سبق آموز ہے ۔

اُمرائے ہند

نواب اسد خاں | عمدۃ الملک نواب اسد خاں اور اس کے خلف رشید نواب ذوالفقار خاں مرحوم عہد عالمگیری میں بلند پایہ کے سردار تھے مرہٹوں کی سرکوبی اور بڑے بڑے زبردست قلعوں کی تسخیر میں باپ بیٹوں نے وہ کارہائے نمایاں کئے کہ عالمگیر ان پر اعتماد کرنے لگے ۔

۱۶۹۶ء میں شہزادہ مرزا کام بخش قلعہ جھنجی کی فتح پر مامور ہوئے مگر ان کو محاصرہ کرنا پڑا اورنگ زیب عالمگیر نے اس مہم کے لئے ذوالفقار خاں کو بھیجا وہ کامیاب ہوا بادشاہ نے ان کو دکن کا صوبہ دار بنا دیا ۔ عالمگیر جب خود بنفس نفیس دکن کو مرہٹوں سے پاک و صاف کرنے کے لئے دکن میں داخل ہوا تو فوج کے نصف حصہ کی کمان ذوالفقار خاں کے سپرد تھی اور نصف حصہ کی سپہ سالاری خود بادشاہ نے اپنے ہاتھ میں لی شاہزادہ اعظم و معظم کی جنگ میں شریک رہے آگے دیکھتے ہوئے عالمگیر کے کمینہ کو کٹوا ڈالا آخر تک اپنی سزا کو پہنچے ۔

امیر الامراء سید حسن علی خاں و قطب الملک سید عبد اللہ خاں | سید حسن علی سید عبداللہ ۔ اعظم و معظم کی لڑائی میں سردو بھائی معظم کی فوج میں تھے لڑائی میں ایسی بہادری دکھائی کہ بہادر شاہ نے سید عبداللہ کو الہ آباد اور سید حسن علی کو بہار کا صوبہ دار بنا دیا بہادر شاہ فوت ہوا ۔ جہاندار شاہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھائیوں کو قتل کر کے خود بادشاہ بنا تو بنگالہ میں عظیم الشان کا بیٹا فرخ سیر صوبہ دار تھا اس نے اپنی ماں کے مشورہ سے سید حسن علی صوبہ دار بہار کو اپنا ہوا خواہ بنا لیا اور حسن علی نے اپنے بھائی سید عبداللہ کو بھی شریک کر لیا جب جہاندار کو اس کی خبر لگی تو اس نے سید عبد الغفار خاں کو الہ آباد کی صوبہ داری کے لئے روانہ کیا کہ سید عبداللہ کو بیدخل کر دے سید عبد الغفار دس ہزار فوج لے کر الہ آباد کی طرف چلا۔ الہ آباد سے سید عبداللہ خاں نے اپنے چھوٹے بھائی سراج الدین علی خاں کو صرف ساڑھے تین ہزار فوج دے کر سید عبد الغفار خاں کے مقابلہ پر بھیجا۔ کڑہ مانک پور پر مقابلہ ہوا عبد الغفار خاں کو شکست ہوئی اور سراج الدین میدان مصاف میں مارا گیا۔ پھر جہاندار شاہ نے اپنے بیٹے اعز الدین کو پچاس ہزار لشکر کے ساتھ سید عبداللہ خاں سے لڑنے کے لئے روانہ کیا اور عین قلیچ خاں کو ہمراہ کیا۔ ادھر بنگال و بہار سے چل کر فرخ سیر آ گیا۔ شہزادہ اعز الدین ایسا خوف زدہ ہوا کھجوہ سے بھاگ آیا۔ ۳۰ نومبر کو جہاندار شاہ خود ذوالفقار خاں نصرت جنگ کو ساتھ لے کر دلی سے چلا یکم جنوری کو آگرہ کے متصل فرخ سیر اور جہاندار شاہ کی زور آزمائی ہوئی جہاندار شاہ کی طرف ذوالفقار خاں فرخ سیر کی طرف سید برادران تھے جہاندار شاہ اور اس کے بیٹے اعز الدین نے راہ فرار اختیار کی مگر ذوالفقار خاں دیر تک مقابلہ پر جما رہا ادھر سید حسن علی خاں زخموں سے چور چور ہو گیا انجام کار ذوالفقار خاں کو میدان چھوڑنا پڑا۔ فرخ سیر نے بادشاہ ہوتے ہی سید عبداللہ خاں کو قطب الملک کا خطاب اور وزارت کا عہدہ عطا کیا اور سید حسن علی خاں کو امیر الامراء کا منصب ملا ان دونوں نے کچھ عرصہ ہی میں بادشاہ کو مفلوج بنا دیا خود حکمرانی کرنے لگے میر جملہ، عین قلیچ خاں، محمد امین خاں، محمد امین سعادت خاں، اراکین سلطنت تھے وہ اس عروج پر جلے بھنے ہوتے ادھر فرخ سیر کو بھی یہ حرکتیں ناگوار ہونے لگیں۔

امیر الامراء سید حسن علی خاں کو دکن کی حکومت سپرد کی تاکہ اس طرح دربار سے دور

© rasailojaraid.com